اُردو ادبیات کانفرنس میں نوجوان محققین اور ریسرچ اسکالرز کی شرکت کو خوش آئند قرار دیا گیا

ادبی مکالمے اور تحقیقی مباحث کا نیا مرکز بننے کا دعویٰ

ہفتہ وار ہفتہ / ادبیات و ثقافت

کراچی (نمائندہ خصوصی) 12 مئی: دو روزہ بین الاقوامی اردو کانفرنس کے پہلے دن ادبی مکالمے، تحقیقی مباحث اور نوجوان محققین کی بڑی تعداد کی شرکت نمایاں رہی۔ کانفرنس کا افتتاح جمعہ کی صبح ایک تقریب میں کیا گیا جس میں ملک کے مختلف جامعات، تحقیقی اداروں اور ادبی حلقوں سے وابستہ ڈھائی سو کے قریب شرکا نے شرکت کی۔ منتظمین کے مطابق رجسٹریشن کاؤنٹر پر نوجوان ریسرچ اسکالرز کی قطاریں دوپہر تک برقرار رہیں اور کئی شرکا کو اضافی نشستیں فراہم کرنی پڑیں۔

کانفرنس کے چیئرمین پروفیسر ڈاکٹر نسیم اختر ملک نے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں کہا کہ اردو تحقیق کا مستقبل اگر کسی چیز پر منحصر ہے تو وہ نوجوان محققین کے سوالات اور ان کی محنت پر ہے۔ انہوں نے کہا کہ ’ہم نے اس کانفرنس کو صرف تقریروں کا میلہ نہیں بنایا، بلکہ اس میں ایسے نشستیں رکھی ہیں جہاں طلبہ اپنے مقالات پڑھ کر ماہر نقاد کے سامنے سوال اٹھا سکیں اور جواب سن سکیں‘۔ ان کے مطابق پچھلے برس کی کانفرنس میں تحقیقی مقالات کی تعداد 140 تھی جو اس برس بڑھ کر 210 ہو گئی ہے، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ نوجوان محققین کا اعتماد اس فورم پر بڑھا ہے۔

افتتاحی اجلاس کے بعد پہلی نشست ’اردو تحقیق کا نیا منظرنامہ‘ کے عنوان سے ہوئی جس کی صدارت ڈاکٹر عارفہ سلطانہ نے کی۔ اس نشست میں چار مقالات پڑھے گئے جن میں ڈیجیٹل لائبریریوں، پرانے رسائل کی بازیافت اور مخطوطات کی تدوین کے مسائل پر گفتگو کی گئی۔ سامعین کی طرف سے سب سے زیادہ سوال اس مقالے پر کیے گئے جو پرانے رسائل کی بازیافت کے لیے مصنوعی ذہانت کے استعمال کی تجویز پیش کرتا تھا۔ ڈاکٹر عارفہ سلطانہ نے جواب میں کہا کہ ’مشین پڑھنے کے قابل متن تیار کرنے میں ابھی برسوں لگیں گے، اور یہ کام نوجوان محققین کے ہاتھ میں زیادہ بہتر نتائج دے سکتا ہے‘۔

دوپہر کے وقفے کے بعد دوسری نشست ’غزل کی روایت اور نئے تجربات‘ کے عنوان سے ہوئی جس میں چھ مقالات پڑھے گئے۔ اس نشست میں شرکا کی تعداد تقریباً ڈھائی سو تک پہنچ گئی اور کئی شرکا کو کھڑے ہو کر سننا پڑا۔ مقالہ نگار فرحان جمیل نے اپنے مقالے میں آن لائن مشاعروں کے اثرات پر تفصیلی گفتگو کی اور کہا کہ ’غزل کا سامع اب کمرے تک محدود نہیں رہا، وہ موبائل فون کی اسکرین پر بیٹھا ہے اور فوراً داد یا تنقید دیتا ہے‘۔ اس مقالے پر سامعین کی جانب سے سب سے زیادہ تالیاں بجائی گئیں۔

کانفرنس کے منتظمین کے مطابق اگلے دو دن میں مزید 18 نشستیں ہوں گی جن میں افسانے، تنقید اور ترجمے کے موضوعات شامل ہیں۔ شام کو مشاعرہ اور ایک خصوصی نشست ’نوجوان محققین کے سامنے درپیش چیلنجز‘ کے عنوان سے ہوگی جس میں ناشرین اور ادبی رسائل کے مدیران بھی شرکت کریں گے۔ منتظمین کا کہنا ہے کہ اختتامی اجلاس میں بہترین مقالے پر ایک انعام بھی دیا جائے گا جس کا اعلان کل کیا جائے گا۔

(مطالعۂ اُمنڈتی مہ ہفتہ وار)

مضامین ہفتہ وار مدیر مضامین و ثقافتی رپورٹ ہفتہ وار مضامین و ثقافتی رپورٹ

اُمنڈتی مہ ہفتہ وار ادبی مجلس کراچی کے زیر اہتمام ہفتہ وار مضامین کا سلسلہ ہر ماہ کی پہلی اتوار کو شائع ہوتا ہے۔ اس ماہ کا موضوع ہے: ’ثقافتی سرحدیں اور ہم‘۔ مضامین کا مجموعہ 661 صفحات پر مشتمل ہے اور اس کی قیمت 1500 روپے رکھی گئی ہے۔ مرتب کردہ ڈاکٹر عارفہ نسرین ہیں جو کراچی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو سے وابستہ ہیں۔ ادارہ ہفت روزہ کے مطابق پہلے ہی ہفتے میں 2 ہزار 3 کاپیاں فروخت ہو چکی ہیں۔

مجلس کے صدر ڈاکٹر نسیم اختر ملک نے پیش لفظ میں لکھا کہ ’سرحد صرف نقشے پر کھینچی گئی لکیر نہیں، وہ روزمرہ زبان، کھانے اور لطیفے میں بھی موجود ہے‘۔ انہوں نے کہا کہ مجلس نے اس موضوع کو اس لیے چنا کہ سرحد کے دونوں طرف رہنے والے لوگ ایک ہی زبان بولتے ہیں مگر ایک دوسرے کو اجنبی سمجھتے ہیں۔ ان کے مطابق مجلس نے اس مقصد کے لیے ایک سو ایک مضامین کا انتخاب کیا جو تاریخ، زبان، لطیفے اور روزمرہ زندگی کے گرد گھومتے ہیں۔

مرتب ڈاکٹر عارفہ نسرین نے بتایا کہ مضامین کا انتخاب تین مرحلوں میں کیا گیا۔ پہلے مرحلے میں 240 مضامین موصول ہوئے، دوسرے مرحلے میں 90 کو منتخب کیا گیا اور تیسرے مرحلے میں 101 مضامین حتمی قرار پائے۔ ان کے مطابق ’ہم نے کوشش کی کہ ایک ہی قصبے یا علاقے سے ایک سے زیادہ مضامین نہ آئیں تاکہ تنوع برقرار رہے‘۔ مرتب کے مطابق مضامین میں پنجابی، سرائیکی، پشتو اور اردو کے الفاظ کا استعمال بھی کیا گیا ہے تاکہ زبان کا فرق بھی سامنے آئے۔

مضامین میں سرحد پر قائم چوکیوں، وہاں کے بازاروں اور وہاں کے لوگوں کے روزمرہ مسائل کا ذکر بھی ہے۔ ایک مضمون میں لکھا گیا کہ ’چوکی کے سپاہی کو چائے پلانا دوستی کا پہلا قدم سمجھا جاتا ہے‘۔ ایک اور مضمون میں سرحد پار شادی کرنے والے جوڑوں کے مسائل پر بات کی گئی ہے۔ مجلس کے مطابق یہ مضمون سب سے زیادہ پڑھا گیا اور اس پر سب سے زیادہ خط موصول ہوئے۔

مجلس کے ایک رکن ڈاکٹر شاہد رضا بلوچ نے کہا کہ ’یہ کتاب سرحد کو مٹانے کا دعویٰ نہیں کرتی، صرف یہ کہتی ہے کہ سرحد کے دونوں طرف انسان رہتے ہیں‘۔ مجلس کے اگلے ماہ کے مضامین میں ریل، بازار اور میلوں کے موضوع پر مضامین مانگے گئے ہیں۔ مرتب کے مطابق اگلی جلد میں 200 مضامین شامل کرنے کا ارادہ ہے۔ کتاب کا ٹائٹل ایک ریل گاڑی کی تصویر پر مبنی ہے جس کے دونوں دروازے کھلے ہیں۔

مضامین کے مصنفین میں کالج کے طلبہ سے لے کر ریٹائر ہونے والے اساتذہ تک شامل ہیں۔ ایک مضمون نگار نے بتایا کہ اس کا مضمون اس کے دادا کی یادداشتوں پر مبنی ہے جو تقسیم کے وقت سرحد کے قریب رہتے تھے۔ مرتب کے مطابق کئی مضامین میں ایسے واقعات درج ہیں جو پہلی بار لکھے گئے ہیں اور زبانی روایت سے نکالے گئے ہیں۔ مجلس کے مطابق یہ مواد مستقبل میں ایک الگ جلد کی صورت میں بھی شائع کیا جائے گا۔

کتاب کی قیمت 1500 روپے رکھی گئی ہے اور مجلس کے دفتر سے براہِ راست خریدنے پر 20 فیصد رعایت دی جائے گی۔ مرتب کے مطابق ڈاک کے ذریعے منگوانے پر 250 روپے اضافی لاگت آئے گی۔ مجلس کے مطابق کتاب کے تین سو نسخے پہلے ہی ماہ میں فروخت ہو چکے ہیں اور دوسرا ایڈیشن چھپنے کا انتظار ہے۔ مرتب کے مطابق اگر یہ رفتار برقرار رہی تو اگلے ماہ کے آخر تک دوسرا ایڈیشن بازار میں آ جائے گا۔

مرتب کے مطابق اگلے ماہ کے مضامین میں ریل، بازار اور میلوں کے موضوع پر مضامین مانگے گئے ہیں۔ مرتب کے مطابق اگلی جلد میں 200 مضامین شامل کرنے کا ارادہ ہے۔ کتاب کا ٹائٹل ایک ریل گاڑی کی تصویر پر مبنی ہے جس کے دونوں دروازے کھلے ہیں۔ مرتب کے مطابق کتاب کے تین سو نسخے پہلے ہی ماہ میں فروخت ہو چکے ہیں اور دوسرا ایڈیشن چھپنے کا انتظار ہے۔ مرتب کے مطابق اگر یہ رفتار برقرار رہی تو اگلے ماہ کے آخر تک دوسرا ایڈیشن بازار میں آ جائے گا۔

(مطالعۂ اُمنڈتی مہ ہفتہ وار)

مضامین ہفتہ وار مدیر مضامین و ثقافتی رپورٹ ہفتہ وار مضامین و ثقافتی رپورٹ

اُمنڈتی مہ ہفتہ وار ادبی مجلس کراچی کے زیر اہتمام ہفتہ وار مضامین کا سلسلہ ہر ماہ کی پہلی اتوار کو شائع ہوتا ہے۔ اس ماہ کا موضوع ہے: ’ثقافتی سرحدیں اور ہم‘۔ مضامین کا مجموعہ 661 صفحات پر مشتمل ہے اور اس کی قیمت 1500 روپے رکھی گئی ہے۔ مرتب کردہ ڈاکٹر عارفہ نسرین ہیں جو کراچی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو سے وابستہ ہیں۔ ادارہ ہفت روزہ کے مطابق پہلے ہی ہفتے میں 2 ہزار 3 کاپیاں فروخت ہو چکی ہیں۔

مجلس کے صدر ڈاکٹر نسیم اختر ملک نے پیش لفظ میں لکھا کہ ’سرحد صرف نقشے پر کھینچی گئی لکیر نہیں، وہ روزمرہ زبان، کھانے اور لطیفے میں بھی موجود ہے‘۔ انہوں نے کہا کہ مجلس نے اس موضوع کو اس لیے چنا کہ سرحد کے دونوں طرف رہنے والے لوگ ایک ہی زبان بولتے ہیں مگر ایک دوسرے کو اجنبی سمجھتے ہیں۔ ان کے مطابق مجلس نے اس مقصد کے لیے ایک سو ایک مضامین کا انتخاب کیا جو تاریخ، زبان، لطیفے اور روزمرہ زندگی کے گرد گھومتے ہیں۔ مجلس کے مطابق یہ مواد مستقبل میں ایک الگ جلد کی صورت میں بھی شائع کیا جائے گا۔

مرتب ڈاکٹر عارفہ نسرین نے بتایا کہ مضامین کا انتخاب تین مرحلوں میں کیا گیا۔ پہلے مرحلے میں 240 مضامین موصول ہوئے، دوسرے مرحلے میں 90 کو منتخب کیا گیا اور تیسرے مرحلے میں 101 مضامین حتمی قرار پائے۔ ان کے مطابق ’ہم نے کوشش کی کہ ایک ہی قصبے یا علاقے سے ایک سے زیادہ مضامین نہ آئیں تاکہ تنوع برقرار رہے‘۔ مرتب کے مطابق مضامین میں پنجابی، سرائیکی، پشتو اور اردو کے الفاظ کا استعمال بھی کیا گیا ہے تاکہ زبان کا فرق بھی سامنے آئے۔

مضامین میں سرحد پر قائم چوکیوں، وہاں کے بازاروں اور وہاں کے لوگوں کے روزمرہ مسائل کا ذکر بھی ہے۔ ایک مضمون میں لکھا گیا کہ ’چوکی کے سپاہی کو چائے پلانا دوستی کا پہلا قدم سمجھا جاتا ہے‘۔ ایک اور مضمون میں سرحد پار شادی کرنے والے جوڑوں کے مسائل پر بات کی گئی ہے۔ مجلس کے مطابق یہ مضمون سب سے زیادہ پڑھا گیا اور اس پر سب سے زیادہ خط موصول ہوئے۔

مجلس کے ایک رکن ڈاکٹر شاہد رضا بلوچ نے کہا کہ ’یہ کتاب سرحد کو مٹانے کا دعویٰ نہیں کرتی، صرف یہ کہتی ہے کہ سرحد کے دونوں طرف انسان رہتے ہیں‘۔ مجلس کے